غدیر، پیغام ابدی

تحریر: بتول فاطمہ عابدی[1]
زیر نگرانی: سید محمد اختر رضوی[2]

دریافت: ۲۰۱٦/۵/۱ انتخاب: ۲۰۱٦/۱۰/۲۸

تمہید
عالم بشریت کے پیشوا خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ نے سن ۱۰ ھ میں اپنی حیات طیبہ کے آخری حج سے واپسی پر، حاجیوں کے منتشر ہونے سے پہلے، تمام لوگوں کو غدیر خم کے میدان میں روک کر، اپنے بعد امت مسلمہ کو فتنہ و فساد سے بچانے کے لیے ایک اہم ترین اعلان فرمایا۔ یہ اعلان خاص و عام میں مقام کی مناسبت سے ''علان غدیر'' کے نام سے مشہور ہے۔تاریخ سے تھوڑی بہت بھی واقفیت رکھنے والا ہر شخص یہ جانتا ہے کہ بعدِ رحلت رسولؐ اعلان غدیر کو مسلمانوں کی اکثریت نے فراموش اور نظر انداز کر دیا۔تاریخ کے اس اہم واقعہ کو ۱۴۲۷ سال ہوچکے ہیں۔سوال یہ ہے کہ اس طویل عرصے میں پیغام غدیر کن نشیب و فراز سے گزرا۔ اور اس سے بھی بڑھ کر اہم سوال یہ ہے کہ آج کے جدید دور میں اس پیغام کی کیا اہمیت ہے؟ کیا آج بھی یہ پیغام اسلامی معاشرے کے قیام کے لیے اتنا ہی ضروری ہے جتنا اس وقت تھا ؟آج ایک عام کی انسان کی زندگی میں اس کا کیا کردار ہے؟

کلیدی الفاظ: ولایت، غدیر، حدیث غدیر، پیغام ابدی

حدیث غدیر کی اہمیت اور شہرت

''**من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ**'' حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ، کی وہ حدیث ہے جو حدیث غدیر کے نام سے معروف ہے۔اکثر شیعوں کے اجتماع محافل سوگ و خوشی میں یہ حدیث تبرکاً دہرائی جاتی ہے۔بلا شک و شبہ یہ حدیث امیر المومنین علی ابن ابیطالبؑ کی ولایت اور ان کے جانشین رسول ہونے کا ثبوت ہے۔

حدیث غدیر تواتر کی حد تک پہنچی ہوئی ہی یعنی اس حدیث کے راویوں کا سلسلہ معصوّم تک ہر طبقے میں اس حد تک ہے کہ ان سب کا معصوم سے جھوٹ کی نسبت دینا عادی طور پر نا ممکن ہے۔جو اصحاب رسول خود بنفس نفیس میدان خم میں موجود تھے اور بعد میں اس حدیث کو بیان کیا ان میں سے ۱۱۰ اصحاب رسول کے اسماء علامہ ابراہیم امینی نے اپنی کتاب "الغدیر" میں بیان کیے ہیں اسی کتاب میں ۸۴ تابعین جو اس حدیث کو بلواسطہ بیان کرنے والے ہیں ان کے نام بھی بیان کیے گئے ہیں،اس کے علاوہ اسی کتاب میں ہر صدی اور ہر مکتب فکر اور فرقے سے تعلق رکھنے والے ان علماء کی فہرست بھی مرتب کی گئی ہے جن علما نے حدیث غدیر کو تسلیم کیا ہے اور اپنی تصانیف میں لکھا ہے۔

۱۔طالبہ بیچلرز کورس، batoolfatima79@yahoo.com
۲۔المصطفیٰ ﷺ اوپن یونیورسٹی کے محقق، mohd.razavi@yahoo.com

اس بات سے قطع نظر کہ مخالف گروہ نے اس حدیث کی اہمیت کم کرنے اور اس کے معنی میں رد و بدل کرنے کے لیے کیا کیا کوششیں کی ہیں، غور طلب نکتہ یہ ہے کہ کیا وہ لوگ جو امام علیؑ کو خلیفہِ بلا فصل تسلیم کرتے ہیں اور اس بات کے بھی دعویدار ہیں کی وہ امام علیؑ کی ولایت کے قائل ہیں، کیا یہ لوگ واقعی پیغام غدیر کی روح کو سمجھ چکے ہیں؟ کیا یہ واقعی پیغام غدیر کی گہرائی تک پہنچ چکے ہیں؟ وہ پیغام کہ جس کے بعد اللہ نے دین کے مکمل ہونے کا اعلان کیا۔[1] کیا وہ اعلان انسانی معاشرے پر اور خاص طور پر مسلمان معاشرے پر کوئی اثر دکھا سکا ہے؟ کیا وہ الفاظ جو لسان رسول ﷺ سے روز غدیر ادا ہوئے انسانی ذہن میں نفوذ کر سکے؟

در حقیقت امت رسولؐ میں سے اکثریت کے لیے آج تک یہ پیغام ناشناختہ ہے۔ اعلان ولایتِ امام علیؑ آج بھی ناقابل فہم ہے نہ صرف ان لوگوں کے لیے ناشناختہ ہے جو ولایت کے معنی صرف دوستی اور محبت سمجھ بیٹھے بلکہ اکثر ان کے لیے بھی ناشناختہ ہے جو امام علیؑ کو امیر المومنین مان کر جشن غدیر مناتے ہیں۔

لفظ ولایت کے معنی

آج ہمارے معاشرے یعنی بر صغیر پاک و ہند میں ولایت کے وہ معنی نہیں لیے جاتے جو ولایت کے معنی قرآن میں بیان ہوئے ہیں، بلکہ ہمارے یہاں ولایت کے معنی صوفی ازم سے لیے گئے ہیں۔ صوفی ازم میں ولایت یا ولی کے معنی وہ پاک و پاکیزہ شخص جو گناہوں سے دور رہے، زہد و تقوی اختیار کرے اور ریاضتیں کرکے اپنے آپ کو مقام کرامت تک پہنچالے، اور پھر وہ صاحب کرامت شخص لوگوں کو شفا دیتا ہے، روزگار دیتا ہے، اولاد دیتا ہے، غیب کی خبریں اور مستقبل کا حال بتاتا ہے اور جس کے سر پر ہاتھ پھیر دے اس کی بگڑی بنا دیتا ہے، پاک و ہند میں اس طرح کے کئی اولیاء اور ان کے مزار پائے جاتے ہیں جہاں حاضری دے دینا اور چڑھاوے چڑھا دینا لوگوں کی ہر مشکل کو حل کر دیتا ہے۔ ایسے اولیاء لوگوں کی زندگیاں آسان بناتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان اولیاء کی نہ کوئی ذمہ داری ہوتی ہے نہ ماموریت و مسئولیت۔ یہ لفظ ولی کی اور ولایت کی صوفیانہ تعریف ہے۔

لیکن وہ ولایت کہ جس کا ذکر قرآن مجید میں ہوا اس کے معنی گناہوں سے بچ کر صاحب کرامت ہو جانا اور پھر لوگوں کے مسائل حل کرنا نہیں ہے۔ بلکہ قرآن میں ولایت کے معنی ہیں مکمل صاحب اختیار، سرپرست، اور اولی بالتصرف جو زندگی کے ہر معاملے میں خواہ وہ دینی ہو، سیاسی ہو، اجتماعی ہو یا دنیاوی ہر معاملے میں حاکمیت کا حق رکھنا۔ اسی لیے اللہ نے خود اپنے آپ کو بھی ولی کہا۔ سورہ مائدہ آیت نمبر ۵۵ میں ارشاد ہوا "اے ایمان لانے والوں تمہارا ولی اللہ اور اس کا رسول اور وہ ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوۃ دیتے ہیں" اس آیہ مبارکہ میں اللہ نے تمام ایمان لانے ولوں کو ایک کلی قانون دے کر نظام ولایت کا پابند کیا ہے۔ یعنی سب سے پہلے اللہ خود ولی ہے اور پھر جس طرح رسالت مآبؐ مدینے میں قائم ہونے والی اسلامی مملکت کے سربراہ بھی تھے حاکم بھی تھے اور قاضی بھی تھے بالکل اسی طرح جانشین رسولؐ بعد رسولؐ امت کا حاکم، سربراہ اور سرپرست ہے۔ اسی طرح قرآن مجید میں دیگر کئی مقامامت پر بھی اللہ نے اپنے لیے لفظ ولی استعمال کیا ہے۔[2] لیکن اللہ قرآن میں بیان کردہ ولایت کے یہ معنی لوگوں کے فہم و ادراک سے دور ہی رہے ہیں۔

۱۔ مائدہ، ۳۔

۲۔ مثال کے طور پر بقرہ، ۲۵۷ اور آل عمران، ۶۸۔

جیسا کہ تاریخ اور قرآن سے آشکار ہے کہ خود رسالت مآبؐ کو بھی ایسا ہی خوف اور خدشہ تھا، اور اسی لیے اللہ نے قرآن میں وعدہ بھی کیا کہ اللہ آپ کو ان کے شر سے محفوظ رکھے گا۔[1] رسالت مآبؐ کو اپنی جان یا ذاتی نقصان کا خوف نہیں تھا ان باتوں کی پرواہ تو رسول خداؐ نے اس وقت نہیں کی جب مکہ کے سارے کفّار رسولﷺ کی جان کے دشمن تھے، خوف اس بات کا تھا کہ یہ لوگ اس پیغام کو سمجھ نہیں سکیں گے، ان لوگوں کی عقل و فہم اس پیغام کے اسرار و گہرائی کا ادراک نہیں کرسکے گی، بلکل ویسے ہی جیسے حضرت موسیٰؑ کو خوف تھا کہ بنی اسرائیل معجزے کو جادو سمجھیں گے اور گمراہ ہو جائیں گے۔ رسولؐ کا یہ خوف صحیح ثابت ہوا، اعلان ولایت غدیر میں ہوا اس کے بعد سب اپنے اپنے راستے ہو لیے اور اور اعلان ولایت غدیر میں ہی رہ گیا۔

ولایت محور دین ہے

ولایت وہ نظام ہے جسے خدا نے انسانی معاشرے کے لیے پسند فرمایا ہے، اسلامی معاشرے کی تشکیل اور مسلمانوں کے بطور امت ترقی اور رشد و نمو ممکن ہی نہیں جب تک حاکمیت اور اقتدار الٰہی نمائندے کے پاس نہ ہو یہ وہ حقیقت ہے جسے سوا لاکھ اصحاب رسولؐ میں اکثر نہ سمجھ سکے لیکن بعد رسولؐ جب امام علیؑ کا حق خلافت غصب کیا گیا تو حضرت فاطمہ زہراؑ ایک ایک صحابی رسولؐ کے گھر جا کر اعلانِ غدیر کی گواہی طلب کرتی رہیں۔ کتاب ''فاطمہ، فاطمہ ہے'' میں مرقوم ہے:

''مدینے کے فضا تاریخ کے اس عجیب منظر کو دیکھ رہی ہے کہ رات کی تاریکی میں ایک مرد اپنی شریک حیات کو جو سر تا پا سیاہ لباس عزا میں ملبوس ہے مرکب پر سوار کراتا ہے اور پھر وہ دونوں مدینے کی گلیوں میں گشت کرتے ہیں۔ جو پیادہ ہے وہ شخص علیؑ ہیں جو خاتون مرکب پر سوار ہیں وہ رسولؐ کی مجاہدہ بیٹی فاطمہؑ ہیں، یہ دونوں انصار کے محلے میں جاتے ہیں اور فاطمہؑ انصار کو مخاطب کرکے علیؑ کی ایک ایک فضیلت کو یاد دلاتی ہیں اور علیؑ کو چھوڑ کر جو انتخاب کیا گیا ہے اس کے ناحق ہونے کا اثبات کرتیں ہیں''

جناب فاطمہؑ کا یہ اقدام اپنے کسی ذاتی مفاد کے لیے ہو ہی نہیں سکتا، نہ ہی علیؑ کے خلیفہ بن جانے سے فاطمہؑ کی طرز زندگی پر کوئی اثر پڑے گا، تو پھر اس اقدام کا کیا مقصد ہے؟ اسی کتاب میں مزید ذکر ہے:

''فاطمہؑ اس فریب کو آشکارہ کر رہی ہیں جو لوگوں کو دیا گیا ہے اور جلد بازی میں کی گئی سیاسی کاروائی اور اس کے نتیجے میں آیندہ اسلام اور امت مسلمہ کو جو خطرات درپیش ہیں اس سے لوگوں کو متنبہ کر رہی ہیں''

اس میں بی بیؑ کا کوئی ذاتی مفاد نہیں تھا بلکہ یہ عمل اس لیے تھا کہ بی بی جانتی تھیں کہ اگر آج مسلمانوں نے الٰہی نمائندے کو چھوڑ کر طاغوت کو حاکم بنا لیا تو ہمیشہ کے لیے یہ قوم ذلت و پستی کا شکار ہو کر یہود و نصاریٰ کی غلام بن جائے گی۔ آج کے مسلمانوں کے حالات اس صورتحال کی منہ بولتی تصویر ہیں۔

۱- مائدہ، ٦٧.

مفہوم ولایت کی فراموشی کا سبب

ولایت کا اصل مفہوم فراموش شدہ ہے کیونکہ دین کو سیاست سے علیحدہ کر دیا گیا۔اور لوگوں کو یہ باور کرایا گیا کہ رسولؐ خدا محض ایک دینی شخص تھے اور حکومت ایک دنیاوی معاملہ ہے جس کا دین سے کوئی تعلق نہیں ہے۔اس نظریے کو فروغ دینے کے لیے بنو امیہ نے جعلی احادیث وضع کیں، جن میں بتایا گیا کہ خود رسولؐ نے کہا ہے کہ نماز روزہ مجھ سے پوچھ لیا کرو لیکن دنیاوی معاملات میں تم جو خود صحیح سمجھتے ہو وہی کیا کرو۔ اسی طرح بنو عباس نے بھی ولایت آل محمدؐ کو مسخ کرنے کی کوشش کی یسے کہ بنو عباس نے یہ پروپیگنڈا کیا کہ علوی اپنے حق کے اس حد تک قائل ہیں کہ وہ اپنے آپ کو آقا اور لوگوں کو اپنا غلام سمجھتے ہیں۔جب یہ بات امام علی رضاؑ کے سامنے کی گئی تو فرمایا "نہ ہم نے کبھی اپنے آباء سے ایسی بات سنی ہے نہ ہم نے کہی ہے۔یہ بات ان مظالم میں سے ایک ہے جو ہم پر کیے گئے ہیں، اگر ہم لوگوں کو اپنا غلام سمجھتے ہیں تو بتاوانھیں کس کے ہاتھ فروخت کرتے ہیں؟"[1]

حضرت محمدؐ کی رحلت کے فورا بعد کچھ لوگوں نے اپنے ذاتی اور وقتی فائدے کے لیے ولایت کو اس کے محور سے ہٹادیا اور بعد میں آنے والوں نے ان کا اتباع کیا یہ بات افسوسناک ہے لیکن افسوسناک ترین یہ ہے کہ دشمنان ولایت ، ولایت کے غلط مفہوم کی تشہیر میں اتنے کامیاب ہیں کہ آج خود کو شیعہ کہنے والے بھی طاغوتی حکومتوں کے زیر نگیں اطمینان سے زندگی بسر کرتے ہیں، بلکہ خود باطل حکومتوں کو بر سر اقتدار لانے کے لیے ووٹ ڈالتے ہیں اور منتخب نمائندوں کے حق میں نعرے لگاتے ہیں۔مقام حیرت ہے اعلان غدیر کو سن کر نعرے لگانے والا اس اعلان کی خلاف ورزی ہونے پر نعرہ کیسے لگا سکتا ہے؟

نظام ولایت کے علاوہ ہر نظام باطل ہے خواہ وہ جمہوریت ہو، شہنشاہیت یا آمریت۔ جمہوری نظام کیونکہ مغربی نظام ہے اس لیے سب سے زیادہ اسی کی حمایت کی جاتی ہے۔حالانکہ اس نظام کی بنیاد کفر پر ہے۔ جمہوری نظام میں ایک دیوانے کو ووٹ ڈالنے کا حق ہے لیکن اللہ کا بندوں پر کوئی حق نہیں ہے۔اس کا نتیجہ کیا نکلتا ہے کی ہم جنس پرستی جیسا قبیح اور شرمناک فعل صرف اس لیے امریکہ میں قانونی حیثیت اختیار کرلیتا ہے کیونکہ اس کی تائید میں اکثریت نے ووٹ ڈالے ہیں۔اس کے برعکس اللہ کا بنایا ہوا نظام ہے جس میں حکومت کا حق الہی نمائندے کو ہے اور تمام لوگ مل کر بھی کسی حلال کو حرام یا حرام کو حلال قرار نہیں دے سکتے۔

آئمہ معصومینؑ کا دکھ

کاش کہ ہم جان پائیں کہ آئمہ معصومینؑ اپنے حق کو غاصبوں کے پاس دیکھ کر کتنے آزردہ رہے۔اماسید سجادؑ اپنی مناجات میں ہیں فرماتے ہیں "بارالہا یہ مقام تیرے جانشینوں اور برگزیدہ بندوں کے لیے تھا اور تیرے امانتداروں کا محل تھا تو نے یہ اعلی اور ارفع منصب ان کے لیے مخصوص کیا تھا لیکن دوسروں نے اسے ان سے چھین لیایہاں تک کے تیرے برگزیدہ اور جانشن ظالموں کے مقابلے میں مغلوب و مقہور ہوگئے اور ان کا حق ان کے ہاتھ سے جاتا رہا"۔[2] امام علیؑ سے لیکر امام حسن عسکریؑ تک ہر امام نے اپنے اس حق کا کسی نہ کسی وقت اظہار ضرور کیا۔ سب سے پہلے خود امام علیؑ نےاپنی مظلومیت کا اعلان کئی مواقعوں پر اور اپنے کئی خطبات میں کیا۔جب تیسرے خلیفہ کے انتخاب کے کی لیے شوری تشکیل دی گئی تو فرمایا "تم لوگ اچھی طرح جانتے ہو میں ہی

۱۔ جعفریان، ص. ۴۳.

۲۔ صحیفہ سجادیہ، دعا نمبر ۳۸، جملہ نمبر ۹.

سب سے زیادہ خلافت کا حقدار ہوں ،خدا کی قسم جو کام تم نے کیا ہے میں اس پر اس وقت تک خاموش ہی رہونگا جب تک اسلامی امّہ کے حالات بہتر رہیں گے"[1]

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام جب معاویہ ابن ابو سفیان سے صلح کے لیے آمادہ ہوئے تو کوفہ سے چلے اور ایک مقام پر ایک خطبہ ارشاد فرمایا "معاویہ نے یہ گمان کرلیا ہے کہ میں اسے خلافت کا اہل جانتا ہوں اور خود کہ خلافت کا مستحق نہیں سمجھتا یہ معاویہ نے صریح جھوٹ بولا ہے خدا کی قسم کتاب خدا اور زبان رسول ﷺ پر جو کچھ جاری ہوا ہے اس کے بموجب ہم تمام انسانوں سے افضل اور ان پر ہر طرح کا اقتدار اور اختیار رکھتے ہیں"۔[2]

اموی حکمران ہشام بن عبدالملک جب مدینہ آیا تو امام محمد باقرعلیہ السلام نے اس کے سامنی اپنی تقریر میں ارشاد فرمایا "حمد اس خدا کے لیے ہے جس نے محمدؐ کو نبی برحق مبعوث کیا ہے ،اور ہمیں ان کے ذریعے سے عزت دی ہے ۔ہم خدا کے منتخب اور اس کے منصوب خلیفہ ہیں"۔[3]

امام جعفر صادق علیہ السلام کا دور اس حوالے سے انتہائی اہم ہے کیونکہ اس دور میں حکومت بنو امیہ کے ہاتھوں سے نکل کر بنو عباس کی جانب منتقل ہورہی تھی ،یعنی ایک غاصب سے دوسرے غاصب کے جانب جارہی تھی ۔ان حالات کے باوجود امامؑ کا خاموش رہنا اور اپنے حق کے لیے قیام نہ کرنا انتہائی بامعنی ہے۔ زمینی حقائق یہ تھے کی اس وقت سب سے زیادہ شیعہ کوفہ میں موجود تھے ۔لیکن کیا یہ واقعی وہ شیعہ تھے جن کی مدد سے امام اپنا حق حاصل کرسکتے تھے؟ مفضل بن قیس صحابی امام جعفر صادق بیان کرتے ہیں، امام نے مجھ سے پوچھا کہ اس وقت کوفہ میں ہمارے شیعوں کی تعداد کیا ہوگی؟ میں نے کہا ۵۰ ہزار ۔ امام نے کہا نہیں اتنے نہیں ہیں ۔میں نے کہا ۲۵ ہزار ۔ امام نے کہا ،نہیں اتنے نہیں ہیں۔ مفضل کہتے ہیں میں کم کرتا گیا۔ امام نفی کرتے رہے یہاں تک کہ آخر میں فرمانے لگے "خدا کی قسم میری یہ خواہش ہے کہ کوفہ میں ۲۵ ایسے افراد ہوتے جو ہمارے امر ولایت کی معرفت رکھتے اور ہمارے بارے میں سوائے سچ کے کچھ نہ کہتے"۔[4]

یعنی امامت کے لیے امام تو موجود تھے لیکن وہ امت ہی موجود نہیں تھی جو امام کی ضرورت کا احساس کرے۔

ہارون عباسی نے ایک روز امام موسی کاظم علیہ السلام سے پوچھاآپ فدک کی حدود بتایئے تاکہ میں آپ کو واپس کرسکوں امامؑ نے ہارون کی تمام مملکت اسلامی کی حدود بیان کردیں ہارون نے کہا اگر یہ آپ کو دے دوں تو میرے پاس کیا بچے گا۔[5] گویا امامؑ نے بتادیا تو جس مملکت کا حکمران بنا بیٹھا ہے وہ دراصل ہماراحق ہے۔

۱۔ نہج البلاغہ ،خطبہ ۷۴.
۲۔ مرتضی علی مجاب،ص. ۱۹۵.
۳۔ کلینی،ج۱،ص. ۳۳۳.
۴۔ صدوقؒ،ص. ۴۹.
۵۔ کراروی،ص. ۴۰۸.

امام علی رضا علیہ السلام کو جب مامون نے مدینے سے جبراً طلب کرکے ولی عہدی کا منصب دینا چاہا تو امام نے فرمایا ''اگر یہ خلافت تمہاری ہے تو تمہارے لیے جائز نہیں ہے کہ جو لباس اللہ نے تمھیں پہنایا ہے اسے اتار کر کسی دوسرے کو دے دو اور اگر تمہاری نہیں ہے تو بھی تمہارے لیے یہ جائز نہیں کہ جو چیز تمہاری ہے ہی نہیں اسے کسی دوسرے کے حوالے کرو''۔[1] امام نے منطقی دلیل سے مامون کو غاصب ثابت کیا۔

امام علی نقی علیہ السلام سخت ترین حالات کی وجہ سے اپنے چاہنے والوں سے جو نہیں کہہ سکے وہ اپنے تعلیم کردہ زیارت نامہ میں تعلیم کردیا۔ امام کے تعلیم کردہ زیارت نامہ کے الفاظ ہیں ''ہم اہلبیت رسولؐ رحمت کے سر چشمے،علم کے خزینہ دار ۔ حق کے رہنما،بندوں کے امور کی سیاست کرنے والے ،اللہ کے امانت دار ،انبیا ءکے وارث اہل دنیا کی موجودہ اور آئیندہ زندگی کے لیے اللہ کی طرف سے حجت ہیں''۔[2]

صدائے غدیر کی گونج اب بھی باقی ہے

بنو عباس کے زوال کے بعد بھی کئی مسلمان حکومتیں وجود میں آئیں لیکن وہ سب مسلمانوں کی حکومتیں تھیں اسلامی حکومتیں نہیں تھیں۔اعلان غدیر حسرت و یاس کا شکار گزرتے ماہ و سال کو امید بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا کہ ایسے میں سرزمین ایران سے ایک مجاہد اٹھا کہ جس نے اعلان غدیر کو سمجھا اور راہ میں حائل ہر مشکل کا سامنا کرکے نظام ولایت کو ایران میں نافذ کیا۔ حضرت آیت اللہ العظمیٰ امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ کے اس تاریخی انقلاب کی روشنی میں آج دنیا اسلام کی اصل تصویر دیکھ سکتی ہے۔

اعلان غدیر میں آج بھی بہت طاقت ہے ،اس طاقت کے زیر اثر کبھی حجاز کی سرزمین پر باقر النمرؒ اپنا سر کٹا دیتے ہیں ۔ کبھی افریقہ میں ابراھیم زاکزکی اس راہ میں اپنے فرزندوں کی شہادت دیتے ہیں ۔آج بھی جو کوئی اعلان غدیر کا ادراک حاصل کرلیتا ہے اس کی روح رسولؐ اور اھل بیت رسول سے ملحق ہو جاتی ہے اور وہ سود و زیاں کے احساس سے مبرا ہو جاتا ہے۔

نتیجہ

حاصل کلام یہ کہ غدیر کے میدان میں رسالت مآبؐ نے امت کو ایک امانت سونپی تھی اور فرمایا تھا ہر حاضر کا فریضہ ہے کہ ہر غائب تک اس پیغام کو پہنچائے۔یعنی یہ پیغام جسطرح وہاں موجود لوگوں کے لیے تھا اسی طرح ابد تک آنے والی ہر نسل کے لیے بھی ہے۔جیسے قرآن کہنہ اور فرسودہ نہیں ہوسکتا نظام ولایت بھی فرسودہ نہیں ہو سکتا ،چاہے جتنے ہی ماہ و سال گزر جائیں یہ پیغام ہر وقت کی ضرورت رہے گا ، مسلمانان عالم اگر اپنا دینی وقار اور تشخص لوٹانا چاہتے ہیں تو نظام ولایت کو نافذ کرنا ہوگا کیونکہ نظام ولایت اللہ کی منتخب کردہ راہ اور دستور ہے۔جو اللہ کے بتائے ہوئے راستے پر چلتا ہے وہ کامیاب ہوتا ہے اور جو انحراف کرے وہ سرگرداں رہتا ہے،یہی سنت الٰہی ہے۔قرآن مجید میں ارشاد ہوا ''اور تم اللہ کی سنت میں کوئی تبدیلی نہیں پاوگے''۔[3]

۱- صدوقؒ، ج ۲، ص ۔ ۲۵۳.

۲- صدوق، ج ۲، ص ۔ ۱۰۵.

۳- احزاب، ۶۲.

اس وقت کا انتظار ہے جب تمام محبان اہل بیت ولایت و امامت کو صرف خیر برکت اور حلال مشکلات سمجھنے کے بجائے ان کی پیروی کو عزت و سربلندی حاصل کرنے کا وسیلہ بھی سمجھیں گے۔

تو نے پوچھی ہے امامت کی حقیت مجھ سے — رب تجھے میری طرح صاحبِ اسرار کرے
ہے وہی تیرے زمانے کا امامِ برحق — جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے
موت کے آئینے میں تجھ کو دکھا کر رخ دوست — زندگی اور بھی تیرے لیے دشوار کرے
دے کر احساسِ زیاں تیرا لہو گرما دے — فقر کی سان چڑھا کر تجھے تلوار کرے
فتنہ ملت بیضہ ہے امامت اس کی — جو مسلماں کو سلاطیں کا پرستار کرے

(اقبالؒ)[1]

منابع و ماخذ

۱- **قرآن کریم**.
۲- **نہج البلاغہ**.
۳- ۔**صحیفہ سجادیہ**.
۴- **آئمہؑ کی فکری و سیاسی زندگی**، رسول جعفریان.
۵- ۔**اصول کافی**، کلینی.
۶- **اوصاف الشیعہ**، صدوقؒ.
۷- **عیون اخبار رضاؑ**، صدوقؒ.
۸- **من لا یحضرہ الفقیہ**، صدوقؒ.
۹- ۔**چودہ ستارے**، سید نجم الحسن کراروی.
۱۰- **ضرب کلیم**،اقبال.
۱۱- **لسان الطاہرین**،۔مرتضی علی مجاب.

پژوهشگاه علوم انسانی و مطالعات فرهنگی
پرتال جامع علوم انسانی

[1] اقبال.